بیٹے کا نام مرلی دھر رکھا گیا۔اس کے بعد دو اور بچے بھاسکر اور دنکر ان کے ہاں پیدا ہوئے سپٹینکر جوڑے نے یہ حقیقت پالی کہ بابا کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ کبھی غلط نہ ہوتے تھے اور کبھی پورے ہوئے بنا نہ رہتے تھے۔بلکہ حرف بہ حرف سچ ثابت ہوتے۔

متاثر ہوا اور اس کا دل بھر آیا۔ اس نے بابا کے قدموں کو اپنے آنسوؤں سے تر کر دیا۔ اس کے بعد وہ اپنی جائے رہائش پر لوٹا۔

پھر وہ پوجا اور نوید کا انتظام کر کے اپنی بیوی کے ہمراہ مسجد میں پہنچا۔ وہ ہر روز یہ سب بابا کی خدمت میں پیش کرتا اور ان سے پرساد حاصل کرتا۔ وہاں مسجد میں ایک ہجوم ہوتا۔ سپٹینکر بار بار وہاں جا کر بابا کی آداب بجالاتا۔ ہجوم کے سر آپس میں ٹکراتے ہوئے دیکھ کر بابا نے سپٹینکر سے کہا: "تم بابار سجدہ کرنے کے لیے کیوں آتے ہو، محبت اور انکساری سے کیا ہوا ایک سلام یا نمسکار بھی بہت ہوتا ہے۔ پھر اس رات سپٹینکر نے چاوڈی کا وہ جلوس بھی دیکھا جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے اس جلوس میں بابا سچ مچ پانڈورنگ (وٹھل) کی مانند دکھائی دیتے۔ دوسرے دن وہاں سے روانہ ہونے سے پہلے سپٹینکر نے سوچا کہ وہ پہلے بابا کو دکشنا کے طور پر ایک روپیہ دے گا۔ اور اگر بابا نے اور مانگا تو انکار کرنے کی بجائے وہ ایک اور روپیہ ان کی خدمت میں پیش کرے گا تاکہ اس کے پاس سفر خرچ کے لیے بھی کافی روپیہ رہے۔ جب اس نے مسجد میں جا کر ایک روپیہ پیش کیا تو بابا نے اس کی نیت کے مطابق ایک روپیہ اور طلب کیا۔ اور جب اس نے وہ ادا کر دیا تو بابا نے دعا دیتے ہوئے اس سے کہا: ناریل کو اپنے ساتھ لے جا کر اسے اپنی بیوی کی ساری کی اوپر والی تہہ میں رکھ دو۔ اور بغیر کسی پریشانی کے چلے جاؤ۔ اس نے ایسا ہی کیا اور ایک سال کے اندر ان کے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوا۔ جیسے وہ جب آٹھ مہینے کا ہوا ساتھ لے کے شرڈی آئے اور اسے بابا کے قدموں میں ڈالتے ہوئے اس طرح استدعا کی:- "او سائی ناتھ ہم نہیں جانتے کہ کس طرح آپ کے احسان کا بدلہ چکائیں۔ اس لیے ہم آپ کے سامنے سجدہ کرتے ہیں۔ ہم غریب بے یار و مددگاروں کو دعا دیجئے۔ آج کے بعد اپنے قدموں کو ہماری واحد پناہ بننے دیجئے۔ ہمیں جاگتے اور سوتے ہوئے طرح طرح کے خیالات پریشان کرتے ہیں۔ ہمارے من کو ان سے ہٹا کر اپنے بھجنوں کی طرف لگایئے اور ہمیں دعا دیجئے۔"

انھوں نے کہا" میرے بازو میرے پیٹھ اور چھاتی میں عرصے سے درد ہو رہا ہے میں نے بہت سی دوائیں لیں لیکن کوئی افاقہ نہ ہوا۔ میں اب یہ دیکھ کر حیران ہوں کہ سارا درد یک لخت جاتا رہا ہے"۔اگرچہ کوئی نام نہیں لیا گیا۔ لیکن یہ در حقیقت سپٹینکر کی کہانی تھی۔ جیسا کہ بابا نے بیان کیا اس کا سارا درد فوراً جاتا رہا۔ اور وہ خوش ہو گئی۔ پھر مسٹر سپٹینکر درشن کرنے کے لیے آگے بڑھا۔ ایک بار پھر اس کا استقبال "نکل جاؤ" کے الفاظ سے کیا گیا۔ اس بار وہ اور زیادہ شرمسار اور ثابت قدم تھا۔ اس نے سوچا کہ بابا کی ناخوشی کی وجہ میرے ماضی کے کرم ہیں"۔اس لیے اس نے تہیہ کر لیا کہ وہ اپنی اصلاح کریگا۔ اس نے تہیہ کیا کہ وہ بابا سے تنہائی میں مل کر معافی مانگے۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ اس نے اپنا سر بابا کے قدموں پر رکھ دیا۔ اور بابا نے اپنا ہاتھ اس کے سر پر ہاتھ رکھ دیا۔ سپٹینکر بابا کی ٹانگ کو دباتا رہا۔ اتنے میں ایک گڈرین آئی اس نے بابا کی چھاتی کی مالش کرنا شروع کی۔ بابا نے اپنے مخصوص انداز میں ایک بنئے کی کہانی سنانا شروع کی۔ انھوں نے اس کی زندگی کے نشیب و فراز کے ساتھ اس کے اکلوتے بیٹے کی موت کے بارے میں بتایا۔ سپٹینکر یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ بابا نے جو کہانی سنائی وہ اسی کی کہانی تھی۔ وہ سوچنے لگا کہ بابا کو یہ ساری تفصیلات کیسے معلوم ہوئیں۔ اس بات نے اسے ششدر کر دیا۔ اسے معلوم ہوا کہ بابا سب کچھ جانتے تھے اور انھیں ہر انسان کے دل کی خبر تھی۔ اس کے دل میں جب یہ خیال گزرا تو بابا نے اس گڈرین سے خطاب جاری رکھتے ہوئے سپٹینکر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: یہ شخص اپنے بیٹے کی موت کا الزام مجھ پر دھرتا ہے؟ کیا میں لوگوں کے بچوں کو مارتا ہوں؟ یہ شخص مسجد میں آکر کیوں چلاتا ہے۔ اب میں وہی بچہ اس کی بیوی کی کوکھ میں لاؤں گا۔" یہ کہتے ہوئے بابا نے سکون و طمانیت عطا کرنے والا ہاتھ اس کے سر پر رکھ دیا۔ اور پھر گویا ہوئے "یہ پاؤں بوڑھے اور مقدس ہیں۔ تم اب بے فکر رہو مجھ میں پوری طرح بھروسہ رکھو تم جلد ہی اپنا مقصد حاصل کر لو گے"۔یہ سن کر سپٹینکر بہت

ہاتھ جوڑ کر بابا کے سامنے بیٹھتے ہوئے دعا مانگنی شروع کی۔ بابا نے بالآخر سپٹینکر کو حکم دیا کہ وہ فوراً یہاں سے چلا جائے۔ دونوں مایوس اور ناامید ہوئے۔ بابا کے حکم کی تعمیل کرنا چوں کہ ضروری تھا اس لیے سپٹینکر بڑے بوجھل دل سے شرڈی سے روانہ ہوا۔ یہ دعا کرتے ہوئے اگلی بار اسے درشن کرنے کی اجازت ضروری مل جانی چاہیئے۔

شریمتی سپٹینکر

ایک سال گذر گیا لیکن اس کے دل کو اب بھی سکون حاصل نہیں تھا۔ وہ گنگاپور چلا گیا جہاں اس کی پریشانی بڑھ گئی۔ پھر وہ آرام کی خاطر ماڈھے گاؤں چلا گیا اور بالآخر اس نے کاشی جانے کا فیصلہ لیا۔ روانہ ہونے سے دو دن پہلے اس کی بیوی نے ایک خواب دیکھا وہ گھڑا اٹھائے لکڑ شاہ کے کنویں کی طرف جارہی ہے۔ ایک فقیر جو نیم کے پیڑ کے تنے سے ٹیک لگائے ہوئے بیٹھا تھا، اور جس نے سر پر کپڑا باندھ رکھا تھا، اس کے قریب آکر یوں مخاطب ہوا، "میری پیاری بیٹی کس لیے غیر ضروری محنت کر کے خود کو تھکا رہی ہو۔ لاؤ میں تمہارے گھڑے کو صاف پاک پانی سے بھر دیتا ہوں"۔ وہ فقیر کو دیکھ کر ڈر گئی اور خالی مٹکا لیے ہی واپس چلی گئی۔ فقیر نے اس کا پیچھا کیا عین اسی وقت اس نے بیدار ہو کر آنکھیں کھول دیں۔ اس نے یہ خواب اپنے خاوند کو سنایا۔ انھوں نے سوچا کہ یہ ایک نیک شگون تھا اس لیے وہ دونوں شرڈی کے لیے روانہ ہو گئے۔ جب وہ مسجد پہنچے بابا اس وقت وہاں نہیں تھے۔ وہ لہنڈی باغ گئے ہوئے تھے۔ انھوں نے واپسی تک انتظار کیا۔ وہ لڑکی یہ دیکھ کر حیران ہو گئی کہ خواب میں اس نے جس فقیر کو دیکھا تھا وہ بابا سے بہت ملتا جلتا تھا۔ وہ بڑے ادب واحترام سے ان کے سامنے جھکی اور پھر ان کے سامنے بیٹھ کر انھیں غور سے دیکھنے لگی۔ اس کی انکساری دیکھ کر بابا بہت خوش ہوئے اور وہ اپنے مخصوص انداز میں اور ایک تیسرے فرد کو مخاطب کر کے ایک کہانی سنانے لگے۔

میں بھی پاس ہو جاؤں گا۔ سپتینکر کو اپنے دوست کے اعتماد پر ہنسی آ گئی۔ اس نے اسے اور بابا دونوں پر طنز کیا۔

سپٹنیکر کی کہانی

مسٹر سپٹینکر نے وکالت کا امتحان پاس کیا اور اکل کوٹ میں رہ کر وکالت کرنے لگا اس کے دس سال بعد یعنی 1913ء میں اس کا اکلوتا بیٹا گلے کی بیماری کی وجہ سے فوت ہو گیا۔ اس سے اس کا دل ٹوٹ گیا۔ پنڈھرپور گنگاپور اور دوسرے مقدس زیارت گاہوں کی یاترا کے ذریعے سکون تلاش کرنے لگا۔ لیکن ان سے اس کے من کو شانتی نہ ملی۔ پھر اس نے ویدانت کا مطالعہ کیا اس سے بھی کوئی مدد نہ ملی۔ اس دوران اس کو مسٹر شیوڈے اور سائی بابا میں اس کا اعتقاد یاد آیا۔ چناں چہ اس نے فیصلہ کیا کہ اسے بھی شرڈی جا کر بابا سے ملنا چاہیئے۔ وہ اپنے چھوٹے بھائی پنڈت راؤ کے ساتھ شرڈی گیا۔ وہاں دور سے بابا کو دیکھ کر ہی اسے بڑی مسرت حاصل ہوئی۔ جب اس نے نزدیک جا کر بابا کو سجدہ کیا اور ان کے سامنے ناریل رکھا تو ایک دم بابا چیخ اٹھے "دور ہٹو"۔ سپٹینکر سر نیچے رکھتے ہوئے پیچھے ہٹ کر ایک طرف بیٹھ گیا۔ وہ کسی سے مشورہ کرنا چاہتا تھا کہ اب کیا کرے۔ کسی نے بالا شمپی کا نام بتایا۔ سپٹینکر نے اس سے مل کر مدد چاہی۔ انھوں نے بابا کے فوٹو خریدے اور ان کے ساتھ مسجد میں آئے۔ بالا شمپی نے ایک فوٹو لے کر بابا کے ہاتھ میں دیا اور ان سے پوچھا کہ وہ کس کا فوٹو تھا۔ بابا نے سپٹینکر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ فوٹو میرے یار کا ہے یہ کہہ کر بابا نے قہقہہ لگایا جس میں سب نے شمولیت کی۔ بالا نے قہقہے کی اہمیت کے بارے میں بابا سے دریافت کیا اور سپٹینکر کو آگے آ کر بابا کے درشن کرنے کا اشارہ کیا۔ جب سپٹینکر نے سجدہ کرنا شروع کیا تو بابا ایک بار پھر چلائے "باہر نکل جاؤ" سپٹینکر کو سمجھ نہ آیا کہ کیا کرے۔ پھر ان دونوں نے

حاصل نہیں ہوتی۔ چناں چہ جہاں اس کی سچی چاہت ہوتی ہے وہاں خدا خود کو ظاہر کرتا ہے۔اس میں محبت شامل ہے اور یہی نجات کا ذریعہ ہے۔

آیئے اب ہم اس باب کی مرکزی کہانی کی طرف لوٹ چلیں۔ جو انسان سچے اور صاف دل سے (چاہے دھوکے سے) سچے سنت کے پاس جا کر اس کے پاؤں پکڑ لے اس کا بالآخر بچ جانا یقینی ہے۔ مندرجہ ذیل کہانیوں سے اس کا پتہ چلتا ہے:

شری شیوڈے کی کہانی

شولہ پور ضلع کے اکل کوٹ کے رہنے والے مسٹر سپٹ نیکر قانون پڑھ رہے تھے۔ ان کا ایک ہم جماعت مسٹر شیوڈے ان سے ملا۔ دوسرے ہم جماعتی بھی ایک دوسرے سے ملے۔ انھوں نے اپنے تیار کیے ہوئے نوٹس کا ایک دوسرے سے موازنہ کیا۔ آپس میں کیے سوال و جواب سے انھیں معلوم ہوا کہ ان میں شیوڈے نے سب سے کم تیاری کی تھی جس کی وجہ سے سب طلباء نے اس سے نفرت کرنا شروع کی۔ لیکن اس نے کہا اگرچہ وہ تیار نہیں تھا لیکن اسے پورا یقین تھا کہ وہ امتحان میں پاس ہو جائے گا، کیوں کہ سائی بابا اسے پاس کرنے کے لیے ساتھ تھے۔ مسٹر سپٹینکر ان الفاظ کو سن کر بہت حیران ہوا۔ اس نے شیواڈے کو ایک طرف لے جا کر اس سے پوچھا "یہ سائی بابا کون ہیں جن کی تم اس قدر تعریف کر رہے ہو"۔ اس نے جواب دیتے ہوئے کہا "ضلع احمد نگر کے شرڈی گاؤں کی مسجد میں ایک فقیر رہتا ہے۔ وہ ایک بڑا سنت پرش ہے۔ وہاں دوسرے سنت بھی ہوں گے پر یہ لاثانی ہے جب تک آدمی کے پاس بہت سی خصوصیات نہ ہوں وہ انھیں نہیں دیکھ سکتا۔ میں پوری طرح ان پر یقین رکھتا ہوں۔ اور وہ جو کچھ کہتے ہیں وہ کبھی غلط نہیں ہوتا۔ انھوں نے مجھ سے کہا ہے کہ میں اگلے سال یقیناً پاس ہو جاؤں گا۔ اور مجھے پورا بھروسہ ہے کہ میں ان کی مدد سے فائنل امتحان

اور شاگرد ادنیٰ یا چھوٹا ہے۔ وہ نہ صرف اس سے اپنے بیٹے کی طرح محبت کرتا ہے بلکہ اسے اپنے برابر سمجھتا ہے، برہم قرار دیتا ہے۔ ست گورو کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ وہ امن کا گھر یا مسکن ہوتا ہے۔ وہ کبھی پریشان نہیں ہوتا۔ نہ گھبراتا ہے۔ اسے اپنے علم یا تعلیم پر غرور نہیں ہوتا۔ غریب اور امیر، ادنیٰ اور اعلا سبھی اس کے سامنے برابر ہوتے ہیں۔

ہیماڈ پنت کہتے ہیں کہ مجھے پچھلے جنموں کے اچھے کرموں کی وجہ سے سائی بابا سے ملنے اور ان کی نیک دعائیں حاصل کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ بھری جوانی میں بھی بابا نے کبھی چلم کے سوائے اور کوئی چیز اپنے پاس جمع نہ کی۔ ان کے نہ بال بچے تھے نہ دوست نہ گھر نہ کوئی مددگار۔ اٹھارہ برس کی عمر سے انھیں اپنے من پر پورا اور غیر معمولی اختیار تھا۔ تب وہ بے خوف ایک تنہا جگہ پر رہتے تھے اور اپنی ذات میں محو رہتے تھے۔ اپنے بھگتوں کی پاک لگن کو دیکھتے ہوئے وہ ہمیشہ ان کی بھلائی کا خیال رکھتے۔ چناں چہ ایک طرح سے ان پر انحصار رکھتے تھے۔ انھوں نے اپنی زندگی کے دوران اپنے بھگتوں کو جن تجربات سے روشناس کیا، انھیں ان لوگوں نے آج بھی ان کی سمادھی کے بعد محسوس کیا جو خود کو ان سے وابستہ کرتے ہیں۔ بھگتوں کو اپنے اعتقاد اور لگن سے دل کے لیمپ کی بتی کو کاٹ کے ٹھیک کرنا ہے اور اس میں محبت کی بتی کو جلانا ہے۔ اور جب یہ ہو جائے گا تو علم یعنی عرفانِ ذات کی لو زیادہ روشن جلنے لگے گی۔ محبت کے بغیر علم خشک ہے۔ ایسے علم کو کوئی نہیں چاہتا۔ محبت کے بغیر تسکین یا تشفی حاصل نہیں ہوتی۔ اس لیے ہمارے پاس بغیر انقطاع یا کسی حد کے بغیر محبت چاہیئے۔ ہم کس طرح محبت کی تعریف کر سکتے ہیں۔ اس کے سامنے ہر چیز معمولی اور بے معنی ہے۔ محبت کے بغیر ہمارا پڑھنا سننا یا مطالعہ کرنا بے سود ہے۔ محبت کے پیچھے، لگن، بے تعلقی امن اور آزادی اپنے تمام خزانوں سمیت دوڑے چلے آتے ہیں۔ محبت ہمیں ایسے ہی حاصل نہیں ہو جاتی۔ جب تک ہم اس کی ضرورت کو شدت سے محسوس نہیں کرتے وہ

چالیسواں باب

بھگتوں کے مصائب کو ٹالنا

شیوڈے اور سپٹینکر کی کہانیاں

اس باب سے پہلے کسی نے ہیماڈپنت سے پوچھا کہ سائی بابا گورو تھے یا ست گورو؟ اس سوال کا جوب دینے کے لیے ہیماڈپنت ست گورو کی پہچان بیان کرتا ہے۔

ست گورو کی پہچان

وہ جو ہمیں وید، ویدانت یا شاستر پڑھاتا ہے وہ جو خود اپنے سانس کے عمل پر قابو رکھ کر جسمانی قواعد کی نمائش کرتا ہے یا برہم کے بارے میں ہماری من پسند گفتگو کرتا ہے جو بھگتوں یا پیروؤں کو منتر کا اپدیش دیتا ہے جسے خاص تعداد میں بار بار پڑھنے کی تلقین کرتا ہے انھیں مقررہ وقت میں نتائج حاصل ہو جانے کا یقین دلاتا ہے وہ جو ماہر بیانی سے انہیں ان کے آخری مقصد کا دیدار کراتا ہے۔ لیکن اسے خود کوئی تجربہ یا عرفانِ ذات حاصل نہیں ہوا ہے وہ ست گورو نہیں ہے۔ لیکن وہ جو اپنی گفتگو سے ہمارے دل میں دنیا کے لطائف سے نفرت پیدا کرتا ہے اور ہمیں عرفانِ ذات کے ذائقے سے روشناس کرتا ہے وہ جو عرفانِ ذات کے نظریاتی اور عملی دونوں طرح کے علم سے بہرہ ور ہے وہ ست گورو کہلانے کا مستحق ہے۔ وہ جو عرفانِ ذات سے خود عاری ہے وہ اپنے کسی شاگرد یا بھگت کو اس سے کیسے روشناس کرا سکتا ہے۔ ست گورو کبھی اپنے شاگرد یا بھگت سے کسی فائدے یا خدمت کی امید نہیں کرتا۔ اس کے برعکس وہ خود ان کی خدمت کرنا چاہتا ہے۔ وہ یہ نہیں سوچتا کہ وہ اعلا یا بڑا ہے